

کلام نبویؐ کی صحبت میں

خرم مراد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے آدم کے بیٹے! تو اپنے (دل اور زندگی) کو پوری طرح میری بندگی کے لیے فارغ (اور مطمئن) کر لے! میں تیرے دل کو (بے فکری کی) دولت سے بھر دوں گا اور فتنہ و محتاجی کے سوراخوں کو بند کر دوں گا۔

اگر تو ایسا نہ کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں (اور دل) کو دنیا کے مشاغل اور فکروں سے بھر دوں گا اور تیرے فتنہ و محتاجی کے سوراخوں کو بھی بند نہیں کروں گا (احمد، ابن ماجہ، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب البراقق)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بس آخرت کی فکر کرے۔ (۱) اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غمی نہ دیتا ہے۔ (۲) اس کے الجھے ہوئے کاموں کو سمجھاتا رہتا ہے اور (۳) اس کے پاس دنیا بھی آتی ہے مگر ناک رگڑتی ہوئی۔

اور جو دنیا کی فکر میں مشغول رہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی (کا احساس) مسلط نہ دیتا ہے۔ (۲) اس کے معاملات کو الجھا دیتا ہے اور (۳) (ساری فکر کے باوجود) دنیا بھی اس کو اس سے زیادہ نہیں ملتی جتنی اس کے مقدر میں ہوتی ہے (ترمذی، ابواب صفۃ القیامہ، بحوالہ ترجمان الحدیث، حصہ اول، ص ۵۱)

دونوں احادیث کا مضمون ملتا جلتا ہے مگر ایک حدیث دوسری کی شارح ہے۔

جس کو سب سے زیادہ آخرت کی فکر ہوگی اسی اپنے کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے فارغ کرنے لگے گا۔ آخرت کی فکر کے معنی ہیں آخرت کی کمائی کی فکر۔ آخرت کی کمائی کا راز اس کے سوا کوئی نہیں کہ دنیا کے ہر کام کو پوری دلچسپی سے پوری سنجیدگی سے بہت سے بہتہ صریقے سے اگر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی

حدود میں رہ کر 'انجام دیا جائے۔ اس لیے ہندگی کے لیے فراغت اور آخرت کے معنی یہ نہیں کہ آدمی دنیا اور دنیا کے کام کرنے سے فارغ ہو جائے۔

آدمی آخرت کا طلب گار ہو 'تو بھی دنیا جتنی مقدر ہے اس میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ دنیا کا طلب گار ہو 'تو طلب و سعی کے باوجود مقدر سے زیادہ کچھ نہ ملے گا۔ آخرت کے طلب گار کو اپنا مقدر ملے گا تو سہولت سے بھی ملے گا اور اسے ذلیل و خوار بھی نہ ہونا پڑے گا۔

خدا اور آخرت کے طلب گار کا دل دنیا اور دنیا والوں سے بے نیازی کی بے بدل نعمت سے مال مال ہو جاتا ہے 'وہ خود کسی مخلوق کا محتاج نہیں ہوتا 'کوئی ڈوبنے والی چیز اس کی محبوب نہیں ہوتی۔ دنیا کا طلب گار ہر وقت خود کو دنیا والوں 'روپیہ پیسہ' دنیوی ساز و سامان 'شہرت اور تعریف کا محتاج پاتا ہے۔ گویا فقر و محتاجی ہر وقت اس کی نگاہوں میں سمائے رہتے ہیں۔

جو بندہ اپنے خدا کا بن جاتا ہے 'وہ خدا کو اپنے معاملات کے لیے کافی پاتا ہے 'اس کے اچھے ہوئے معاملات سلجھتے ہیں۔ جو دنیا کا بندہ ہو وہ ہر وقت پریشانی کا شکار رہتا ہے۔ اس کے معاملات اچھے ہوئے رہتے ہیں۔

صبح اٹھتے ہی سے سوتے وقت تک 'اور تیند اچاٹ ہو ہو کر 'آپ کے دل میں اور زبان پر کن فکروں اور پریشانیوں کا تذکرہ رہتا ہے : اس ٹیسٹ سے دیکھ لیں کہ آپ کی فکر آخرت کے لیے ہے یا دنیا کے لیے۔



حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: مجھے نصیحت فرمائیے 'اور مختصر لفظوں میں فرمائیے۔

حضور " نے فرمایا: (۱) جب تو نماز پڑھے 'تو اس شخص کی طرح پڑھ 'جو ہر چیز کو چھوڑنے والا ہو' (گویا زندگی کی آخری نماز سمجھ کر)۔ اور ' (۲) کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکال جس کے بارے میں کل کو معذرت کرنا پڑے 'اور ' (۳) جو چیز لوگوں کے ہاتھوں میں ہے 'اس سے بے نیاز ہو جا۔ (احمد 'بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الرقاق 'عبد الغفار حسن 'انتخاب حدیث 'ص ۶۰)

نماز 'بنیاد اور ستون ہے ہندگی کی زندگی کی: تعلق باللہ اور فکر آخرت کی بھی 'اخلاق و معاملات کی بھی 'دعوت و جہاد کی بھی 'حکومت اسلامی کی بھی۔ اس لیے مختصر ترین بات میں نماز سب سے پہلے آئی۔

فریضہ نماز ادا ہو جائے 'یہ بھی (© rasailojaraid.com) تقویت اور ترقی اسی نماز کے ذریعے

حاصل ہوگی جس میں خشوع ہو۔ اس لیے خشوع کا نسخہ تجویز ہوا: ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھو، دنیا کی ہر چیز کو الوداع کہہ کر، یہ سمجھ کر بس اب رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور اس سے ملاقات کرنا ہے۔

زبان (یا قلم) سے جو لفظ نکلتا ہے وہی سب سے زیادہ خرابیوں کا سبب بنتا ہے، وہی منہ کے بل جہنم میں گراتا ہے، اگر وہ خود گناہ ہو، یا گناہ کا ذریعہ۔ جس نے کوئی ایسی بات منہ (یا قلم) سے نہ نکالی کہ کل اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندگی ہو یا دنیا میں انسانوں کے سامنے، اس نے آگ میں ڈالے جانے کی رسوائی سے بچنے کا سامان کر لیا، اور دنیا میں رسوائی اور تعلقات میں بگاڑ سے بھی۔

امیدیں اور توقعات صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنا چاہئیں، نہ کہ اپنے جیسے انسانوں سے۔ معاملات ہوں، عزت ہو، مال و متاع ہو، توقعات ہوں، کسی کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں۔

اس لیے نبی کریمؐ کے اتباع میں ہر نماز کے بعد یہ درخواست ضرور کریں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ..... قَدِيرٌ - اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

.... اے میرے اللہ، جو آپ عطا کریں اے کوئی روک نہیں سکتا، جو آپ روک لیں اے کوئی دے نہیں سکتا۔

تعلقات میں بگاڑ کا سب سے بڑا سبب انسانوں سے امیدیں قائم کرنا اور پھر ان کا ٹوٹنا ہے۔



حضرت ابو الاحوص الجشمیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اگر میں کسی آدمی کے ہاں جاؤں، اور وہ نہ میری مہمان داری کرے اور نہ میری ضیافت، پھر وہ آدمی میرے پاس آئے، تو آپؐ فرمائیے، کہ میں اس کی مہمان داری کروں، یا اس سے بدلہ لوں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں، تم اس کی مہمان داری کرو۔ (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ، باب الضیافہ)

یہ روش عام ہے: اس نے میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا، میں بھی یہی کروں گا۔ اس نے میرے ساتھ بد سلوکی کی، میں بھی کروں گا۔ اس نے مجھے کب پوچھا، میں بھی نہیں بلاؤں گا۔ یہ مومن کی شان کریمانہ کے متافی ہے۔

مہمان داری سے آگے پوری زندگی میں، خصوصاً مخالفین کے ساتھ، فضیلت کی روش یہی ہے کہ ”برائی کے مقابلے میں بھلائی کرو“ (حکم المسجدہ)۔ اگرچہ زیادتی کے برابر بدلہ لینے کا حق ہے، لیکن عفو و درگزر اور اصلاح روابط پر اجر کا وعدہ ہے (صحیح بخاری)۔ اسی بات کو ایک دوسری حدیث